سرائے عرب | یہ سرا سنہ ۹۶۸ھ اکبری میں تعمیر ہوئی۔ حمیدہ بانو بیگم عرف حاجی بیگم محل ہمایوں بادشاہ نے تین سو عرب سو سادات عظام سو مشائخین کبار اور سو عام عرب حرمین شریفین سے لا کر آباد کیے تھے۔ عہد محمد شاہ تک یہ مقام عربوں کی بود و باش ہی کے لیے مخصوص تھا۔ بارہویں ربیع الاول کو دوازدہم ہوتی تمام شب عربی قصائد (مدحیہ حضرت سرورِ کائنات) پڑھے جاتے مناقب و مولود خوانی نہایت خوش الحانی سے ہوتی تھی۔ شوقین مزاج بھی طیحانِ عرب کی نظارہ بازی کے لیے شریکِ محفل ہوتے غرض خاصہ مجمع ہوتا۔ انواع واقسام کے عربی کھانوں سے مہمانوں کی ضیافت کی جاتی قہوہ کا دور چلتا ختم پر خرمائے تازہ و خستہ تقسیم کیا جاتا تھا۔ خانِ دوران بھی ایک مرتبہ سید حشمت خاں کے ہمراہ شریکِ محفل ہوئے اور موصوف کی بھی قہوہ سے ضیافت کی گئی موصوف کی زبانی کیفیت قہوہ خوری ملاحظہ ہو۔

"پیالہ ہائے کلاں قہوہ خوری کہ گاہے شیرینی ہم داخل می کنند علی الاتصال بردم تکلیف می نمایند چوں قہوع آور است مہمان در ردّ و قبول سخت اذیت میکشند۔

اس کے بعد دوازدہم خان زماں کی زیب و زینت و آثارِ متبرکہ کی زیارت وغیرہ کے ذکر کے بعد۔ کسل پورہ کا تذکرہ کیا ہے۔

کسل پورہ | یہ مقام کسل سنگھ نے (جو محمد شاہی ہزاریوں اور دولت و ثروت

میں ممتاز تھا) نہایت خوش منظر و پر تکلف بنوایا۔ اور فواحشان روزگار و زنانِ بے
بازاری کو بسایا تھا۔ اوباشوں شہوت پرستوں کا مسکن و مامن تھا۔ محتسب کی
مجال نہ تھی کہ اس احاطہ میں قدم رکھ سکے یا کسی پر احتساب کرے ہر ایک
اپنے مشرب میں آزاد تھا ہر طرف ناؤ نوش کا ہنگامہ اور ہر وقت صدائے
چنگ و رباب بلند رہتی تھی اس کے بعد ناگل کے میلہ کا ذکر کیا ہے۔

ناگل کا میلہ | ناگل نامی کوئی شخص صاحب کمال اس احاطہ میں دفن ہوئے
تھے۔ یہ احاطہ خواجہ بسنت اسد خانی کی سرائے سے متصل تھا۔ ہر مہینے کی ۲۷ ہر
تاریخ دہلی کی شوقین مزاج تماشہ بیں عورتیں بن سنور کر زیارت کے بہانہ سے
آتیں اور اصل مدعائے دلی سے کامیاب ہوتیں اس مقام کی برکت یا
ان بزرگ کے تصرفات سے تھا کہ ہر وارد و صادر جو بھی یہاں پہنچ جاتا تھا
وہ کوئی نہ کوئی جلیس و دمساز سے ہمکنار اور شراب وصل سے ضرور سرشار
ہوتا تھا۔ بلاکشانِ محبت سویرے ہی سے منزل مقصود کا رُخ کرتے اور سرِ شام واپس
ہوتے تھے۔ اس کے بعد ریتی مہابت خاں کا ذکر ہے۔

ریتی مہابت خاں | یہ ایک وسیع میدان تھا جہاں بروز یکشنبہ بکثرت پہلوان اور
تماشائی جمع ہوتے پہلوانوں میں زور آزمائی اور کشتی ہوتی ہر ایک اپنے جوہر
کمال دکھا کر ناظرین کو خوش کرتا تھا اور بعد برخواست شیرینی تقسیم کیجاتی تھی۔

شعرائے معاصرین | ازاں بعد بعض شعرائے عصر مثلاً میرزا جانجاناں۔ معنی یاب خاں

شیخ علی حزیں۔ سراج الدین علی خاں آرزو۔ مرزا محمد افضل ثابت۔ ابراہیم علیخاں راقم میر شمس الدین مفتوں۔ عبدالخالق وارستہ۔ گرامی۔ مرزا ابوالحسن آگاہ۔ حلیما وغیرہ کے حسنِ بیان، حسنِ اخلاق، قادرالکلامی، نازک مزاجی، بزم آرائی کا تذکرہ کیا ہے۔ چونکہ خانِ دوراں خود بھی شاعر تھے اس لیے جستہ جستہ مقام پر روانی قلم میں شعرا کے مخصوصات کلام کا بھی ذکر آگیا ہے۔ مثلاً حلیما کے کلام کے متعلق لکھا ہے۔

"طورِ کلامش بطورِ اسحٰق اطعمہ"

اسی حلیما کی یادداشت کے متعلق لکھتے ہیں کہ پچاس ہزار متقدمین اور متاخرین کے ابیات اس کو یاد تھے۔ یا گرامی کشمیری کے حالات میں لکھا ہے کہ باوجود مولویت ذوقِ شاعری بھی تھا۔ اپنے کلام کی بیاض ہر وقت بغل میں لیے رہتے اپنا تمام کلام منتخب سمجھتے اور تازہ گوئی کے دعوے میں اس درجہ غلو کرتے کہ مشاعرہ کو مناظرہ کی حد پر پہنچا دیتے تھے۔ زاں بعد مشہور مرثیہ گو، مرثیہ خوانوں اور ہر ایک کی طرزِ خواندگی سوز و گداز، مضامین درد و الم میں ایک دوسرے پر تفوق۔ سامعین کا ان کی خواندگی کی مجلسوں میں ہجوم۔ ایک دوسرے پر سبقت اور مراسمِ تعزیت ادا کرنے کا ذکر کیا ہے۔ ان میں بعض ایسے بھی مرثیہ گو شعراء کا ذکر ہے جنھوں نے اس وقت ریختہ گوئی میں علم استادی بلند کیا تھا۔ مثلاً منقبت کہنے میں پسر لطف علی خاں کے متعلق لکھا ہے۔

ومنقبت در ریختہ بطمطراق وساز وسامان مالاکلام میگوید۔
یا تسکین وحزیں وغمگیں تینوں بھائیوں کے حالات میں لکھا ہے کہ

ہر سہ برادراند دوسے بزبان ریختہ مرثیہ گفتن مہارتے تمام دارند۔ درہمہ شہر کلام ایںہا شہرت دارد و در واقع ہر سہ کہ بسیار خوب مرثیہ می گویند۔

یا محمد ندیم کے متعلق لکھا ہے۔

مضامینے در ریختہ می آرد کہ فارسیانِ مضمار فارسی زمیں گیر می شوند

پھر ارباب طرب کا ذکر ہے جس کے تحت بین نواز، قوال، طنبورچی، ربابی، سارنگی نواز، ڈھولک نواز، دمدمے نواز، سبوچہ نواز، بھگت باز، شکم نواز، زنکولہ نواز، مورچنگ نواز، نقال۔ امرد، اور طوائفین کا ذکر کیا ہے۔ ان کے حالات پڑھنے سے گو اس عہد کی عشرت پسندیوں کا مرقع پیش نظر ہوجاتا ہے مگر قابل لحاظ یہ امر ہے کہ جو بھی جس فن کا ماہر ہے وہ اس فن میں کامل اور یگانہ روزگار ہے مثلاً ایک طوائف اد بیگم کے حالات میں لکھا ہے کہ یہ جب محفل میں آتی پاجامہ نہیں پہنتی تھی۔ بجائے اس کے اسفل بدن کو اس خوبی سے رنگتی اور نقش ونگار سے آراستہ کرتی کہ گویا گلبدن یا کمخواب کا پاجامہ پہنے ہوئے ہے بڑی خوبی یہ تھی کہ سوائے آشنا کے کوئی اور پہچان بھی نہ سکتا تھا۔

اسی طرح ایک نقد نام معروف بہ شاہ درویش مادرزاد نابینا کی سبوچہ نوازی کا ذکر کیا ہے کہ یہ اس چابکدستی اور خوش اسلوبی سے سبوچہ بجاتا کہ ڈھولک نواز

استادوں اور پکھاوجی کی پیشانیوں سے عرق خجالت ٹپکتا تھا اس نے خود ایک ایسا ہمثل ساز اختراع کیا تھا کہ اس سے ڈھولک و پکھاوج اور طنبورہ تینوں صدائیں نکلتی تھیں اس ذیل میں ایک اور نابینا کی شکم نوازی کے متعلق لکھا ہے کہ اس کا پیٹ مانند سیاہ بختوں کے سیاہ ہوگیا تھا۔ اور یہ شخص موافق اصول وقانونِ ڈھولک و پکھاوج شکم اس خوبی سے بجاتا تھا کہ اکثر طوائفین اس کی شکم نوازی پر رقص کرتی تھیں۔

اسی طرح سلطانہ امرو کے ذکر میں لکھا ہے کہ سبزہ رنگ تھا بارہ سالہ عمر تھی مگر رقاصی میں طرفہ ادائیں اور بلا کی شوخیاں کرتا گانے سے ایک عالم کو مفتوں اور خلائق کو دیوانہ بناتا تھا اور اس عمر میں فن موسیقی میں اس درجہ کمال حاصل کیا تھا کہ اس سے زیادہ متصور نہیں ہوسکتا۔ بڑے بڑوں سے مقابلہ و دعوائے ہمسری رکھتا تھا خانِ دوراں نے ایک محفل کا جس میں سلطانہ امرو بھی موجود تھا ذکر کیا ہے اور دوبارہ اظہار آرزو کرتے ہوئے لکھا ہے۔

خار خار حسرت اعادہ صحبتش در دلہائے یاراں باقیست شوق تحریکے میخواہد

یا حسین خاں ڈھولک نواز کے حالات میں لکھا ہے کہ یہ ڈھولک نوازی میں یگانہ روزگار اور عجوبۂ عصر تھا۔ دہلی میں اس سے بہتر کوئی ڈھولک نواز پیدا نہ ہوا تھا۔ اس کی استادی کا یہ عالم تھا کہ چھ مہینے تک اگر محفل منعقد رہے تو وہ ہر شب

نئے طریقے سے ڈھولک بجا کر اہلِ بزم کو خوش کرتا رہے۔

موسیقی دانی | اگلے زمانے میں دستور تھا کہ شرفا، امرا اور شاہزادوں کو ہر قسم کے فنون لطیفہ کی کچھ نہ کچھ تعلیم ضرور دی جاتی تھی۔ از انجملہ فن موسیقی کی تعلیم بھی ہر وضیع و شریف کے لیے ضروری تھی۔ بزرگان دین خود اس فن میں کامل ہوتے اور اس فن کے کاملین کی قدر اور حوصلہ افزائی کیا کرتے تھے۔ متذکرۂ بالا ارباب طرب کے حالات پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ خان دوراں کو بھی اس فن میں اس درجہ مہارت اور کمال حاصل تھا کہ موصوف نے اُن کے حالات میں اکثر و بیشتر ہر ایک کی خواندگی پر ایک تنقیدی نظر ڈالی ہے۔ مثلاً رحیم سین و تان سین کی خوش گلوی بزم آرائی وغیرہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ در عالم کبت اعجوبہ روزگار اند و در عرصۂ دھرپد مبارز سپہ سالار۔

یا رحیم خاں جہانی کے متعلق لکھا ہے کہ خیال را بمزہ میخواند

یا شجاعت خاں کے متعلق لکھتے ہیں کہ درکبت دعوی دارد لیکن اثرے در دلہا نیست۔

یا نور بائی[1] کے تجمل سواری اور جاہ وحشم کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ

"جنگلہ را کہ بالفعل رائج الوقت دہلی است خوب مشق کردہ"

---

[1] یہ وہی نور بائی ہے کہ نادر شاہ اس کی حاضر جوابی و لطیفہ گوئی بذلہ سنجی سے بہت خوش ہوا تھا اور یہ غزل جس کا مطلع ہے" دلبرِ ما بہ دگر بہ سر ناز آمدہ ۔ از دلِ ما چہ بجا ماند کہ باز آمدہ" سنکر چار ہزار روپیہ انعام سرفراز کرکے کہا تھا۔

دکن کو مراجعت | حضرت مغفرت مآب طاب ثراہ نے بوقت روانگی دہلی اپنے فرزند نواب ناصر جنگ شہید کو دکن میں اپنا جانشین فرمایا تھا۔ بعض مفسدین نے موصوف کے دل میں خود مختاری کے خیالات پیدا کردیے۔ مغفرت مآب طاب ثراہ کو جب اس انحراف کی متواتر خبریں پہنچیں آپ ۲۰ جمادی الاول سنہ ۱۱۵۳ھ کو حضور محمد شاہ سے مرخص ہوئے اور بمعیت خان دوراں نواب ذوالقدر درگاہ قلیخاں دکن کو مراجعت فرمائی۔ نواب نظام الدولہ ناصر جنگ شہید حضرت مغفرت مآب سے برسر پیکار ہوئے شکست پائی اور صحیح و سلامت حضرت مغفرت مآب کی خدمت میں حاضر کیے گئے۔

غرض خان دوراں نواب ذوالقدر دکن پہنچکر حضرت آصفجاہ طاب ثراہ کے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) "روئے ہند را سیاہ کن بیا کہ بایرانت بریم"

مگر ایک غزل جس کا مطلع تھا

من شمع جانگدازم تو صبح دلکشائی ۔۔۔ سوزم گرت نہ بینم میرم چو رخ نمائی

سناکر بحیلۂ بیماری نجات حاصل کی تھی۔ مرآۃ آفتاب نما۔ قلمی ص ۴۲۹

سلہ اسم سامی نواب میر قمر الدین خاں ۱۰۸۲ھ ہجری میں پیدا ہوئے۔ عہد عالمگیری میں منصب پنجہزاری اور خطاب چین قلیچ خاں و صوبہ داری بیجاپور سے سرفراز ہوئے۔ شاہ عالم بہادر شاہ نے خطاب خان دوراں و صوبہ داری اودھ سے سرفراز کیا اول سال جلوس فرخ سیر خطاب نظام الملک بہادر فتح جنگ و منصب ہفت ہزاری و نظامت صوبجات دکن سے مفتخر ہوئے۔ عہد شفیع الدرجات میں صوبہ داری مالوہ عطا ہوئی۔ پھر بعزم تسخیر دکن روانہ ہوئے سنہ ۱۱۳۲ھ میں قلعہ آسیر طالب قبضہ

(باقی برصفحہ آئندہ)

(باقی برصفحہ آئندہ)

عین حیات عنایات شاہانہ و مراحم خسروانہ سے سرفراز و شاد کام رہے۔ ؎

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۹)

اور برہان پور محمد انور خاں سے صلحاً تسخیر کیا۔ القراض تسلط سادات بارہ کی مہم بھی دراصل آپ ہی نے سر کی ۱۱۳۲ھ میں بارگاہ محمد شاہ میں حاضر ہو کر خلعت وزارت سے ممتاز ہوئے۔ چند در چند وجوہات کی بنا پر دارالسلطنت (دہلی) سے تشریف فرمائے دکن ہوئے۔ مبارز خاں (ناظم دکن) سے شدید معرکہ کے بعد ۲۳ محرم ۱۱۳۷ھ ہجری کو فتح یاب ہو کر جملہ صوبجات دکن پر بلا شرکت غیرے فرمانفرما رہے۔ ۱۱۵۰ھ میں محمد شاہ نے خطاب صفیاہ سے اور صوبۂ اکبرآباد و مالوہ کو ضمیمۂ دکن بنا کر سرفراز اور مرہٹوں کا فتنہ فرو کرنے کے لیے دہلی طلب کیا (یہی وہ سفر ہے کہ خان دوراں نواب ذوالقدر بھی ہمراہ رکاب تھے) آپ دہلی پہنچے ان ہی دنوں میں نادری طوفان اُٹھا۔ اس ہنگامہ کے فرو ہونے کے بعد ۱۱۵۳ھ میں دکن کو مراجعت فرمائی۔ بعد مرحلہ نواب نظام الدولہ ناصر جنگ شہید ۱۱۵۶ھ میں ترچناپلی قلعہ بالکنڈہ وغیرہ تسخیر کیا۔ ۴ جمادی الثانی ۱۱۶۱ھ نواح برہان پور میں انتقال فرمایا۔ نعش اورنگ آباد منتقل ہوئی اور خلد آباد میں پائین مزار شاہ برہان الدین دفن کیے گئے بعد رحلت مغفرت مآب سے ملقب ہوئے۔ خلد منزلت متوجہ بہشت رحلت کی تاریخیں ہیں۔ اس بیت سے بھی سنہ رحلت برآمد ہوتا ہے۔

رنگ طرب از رخ جہاں رفت ۔۔۔ صد حیف کہ آصف زماں رفت

حضرت مغفرت مآب کو شعر و شاعری سے بھی خاص ذوق تھا۔ چنانچہ باوجود کثرت کار و انہماک نظم و نسق مملکت دو دیوان لسیح موزوں کی یادگار ہیں۔ موصوف نے اولاً شاکر بعدہٗ آصف تخلص فرمایا۔ نمونہ کلام بلاغت نظام ہدیہ ناظرین ہے۔ غزل بتخلص شاکر۔

عیش است دراں خانہ کہ بستر نتواں یافت ۔۔۔ اسباب تردد ہمہ یکسر نتواں یافت

(باقی بر صفحہ آئندہ)

(باقی بر صفحہ آئندہ)

عہدِ نواب نظام الدولہ ناصر جنگ شہید

بعد رحلت مغفرت مآب ۱۱۶۱ھ نواب نظام الدولہ ناصر جنگ شہید جلوہ فرمائے تخت حکومت ہوئے۔ ادھر دہلی میں محمد شاہ نے بھی ۱۱۶۱ھ میں انتقال کیا اور احمد شاہ سریر آرائے حکومت ہوئے۔ نواب ناصر جنگ شہید کے نام فرمان صوبہ داری دکن مع لوازمات صادر ہوا۔ نواب صاحب موصوف

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۹)

ایں طائرِ رحمت کہ چوں برتو است پرافشاں — در دامِ عمل گیر کہ دیگر نتواں یافت
از شعلہ رسا جلوۂ آں حسن دل آزار — در خانۂ آئینہ مکرر نتواں یافت
بوئے اگر از درد کشم روز قیامت — بر باد رود محشر و دفتر نتواں یافت
شاکر ز حدیث نبوی می کشم ایں جام — جز مہر علی آب کوثر نتواں یافت

ولہ بتخلص آصف

بوسہ گاہے لب افلاک بود جائے علی — اوج امید گرفتہ است چوں من پائے علی
الفت اوست چہار ارکان مسلمانی من — شدہ ام شیفتہ و والہ و شیدائے علی
می سزد قیمتش افزوں ز دو عالم آصف — بے بہا ہست ز بس گوہر یکتائے علی

حضرت مغفرت مآب کے چھ فرزند (۱) میر محمد پناہ مخاطب بہ غازی الدین خاں فیروز جنگ (۲) میر احمد خاں مخاطب نظام الدولہ ناصر جنگ شہید (۳) میر محمد خاں مخاطب امیر الامراء صلابت جنگ (۴) میر نظام علی خاں مخاطب آصفجاہ ثانی (۵) میر محمد شریف خاں مخاطب بہ برہان الملک بسالت جنگ (۶) میر مغل علی خاں مخاطب ناصر الملک۔ اور پانچ صاحبزادیاں تھیں۔ گلزار آصفیہ ص۶۶ و تزک آصفیہ ص۴۳ مظفر

حسب دستور بغرض استقبال بہ نہایت تزک و احتشام سے فرماں وارِ (محمدی باغ) رونق افروز ہوئے۔ جشن منعقد ہوا اور ہاتھیوں کی بہادری کا تماشا شاہی توپ خانے کے مقابلہ میں ہونے کا حکم ہوا۔ وسیع میدان میں ایک جانب تین سو توپوں کی قطاریں جمائی گئیں۔ دوسری جانب ہاتھیوں کی صفیں کھڑی کی گئیں۔ تمام توپیں یکبارگی چھوٹیں توپوں کا سر ہونا تھا کہ بہت سے

انعقاد جشن اور ہاتھیوں کی بہادری کا تماشہ

بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۰

لہ گل رعنا قلمی ورق ۲۰۶ و تذکرۂ بینظیر قلمی ورق ۵۰ و خسرانۂ عامرہ۔ نشآت موسوی خاں کے اس رقعہ سے جو حضرت معزت مآب کی جانب سے لکھا گیا ہے اس میں خان دوران کو عوالی پناہ کے لقب سے یاد کیا ہے جس سے خان موصوف کی وقعت و عظمت کا اظہار ہو رہا ہے۔ عنایت نامہ خانِ موصوف کے خط کے جواب میں ہے۔ ملاحظہ ہو۔

بدرگاہ و متوسلی خاں۔ خط مرسلہ متضمن اظہار نگاہداشت جمعیت سوار و پیادہ و بے دخل شدن معزول و روانہ شدن۔ آن عوالی پناہ بجانب سرا و رجوع آوردن وکلائے زمینداران و ساعی بودن در تحصیل پیشکشہا و فیصل شدن مقدمہ چندی از زمینداران و تلاش بر آمد عمل معزول رسید و کیفیت مرقومہ مشروحاً بوضوح انجامید موجب استحسان گردید۔ تا حال یقین کہ سبزہ رسیدہ از انتظار مہام و انصرام کارہا فراغ کلی حاصل نمودہ و از وجہ پیشکش مبلغہائے خطیر معرض وصول در آوردہ اند و کارہا بفضل الٰہی بر وفق مدعا صورت گرفتہ بہر حال از جاہ محلات جاگیر سرکار بجلدی تمام زر وافر بلا توقف و تاخیر باید فرستادہ کہ برائے تنخواہ سپاہ و اخراجات لابدی ضرور است۔ نشآت موسوی خان نسخہ خطی مخزونہ کتبخانۂ آصفیہ

ہاتھی روگرداں ہوکر بھاگے۔ مگر بعض ہاتھی مقابلہ پر جمے رہے۔ خصوصاً خانِ دوراں

خانِ دوراں کے ہاتھی کی بہادری

نواب ذو القدر کا ہاتھی جو نہایت دلیر و بیباک تھا توپ خانہ پر مستانہ وار حملہ آور ہوتا رہا۔ اس جشن کے بعد نواب ناصر جنگ شہید جلوہ فرمائے بلدہ خجستہ بنیاد (اورنگ آباد) ہوئے۔

خدمت کوتوالی پر سرفرازی

جلوس کے دوسرے سال ۱۱ر جمادی الاولیٰ ۱۱۶۳ھ کو خانِ دوراں نواب ذو القدر نے بارگاہِ سلطانی سے خدمت کوتوالی بلدہ خجستہ بنیاد

لہ از انجملہ یک فیل درگاہ قلی خاں نہایت دلیر و بیباک بود کہ چوں مستاں حملہ بروئے توپ می دوید۔

تاریخ ظفرہ۔ تالیف گردھاری لال۔ (مظفر)

لہ کوتوالی کا قیام حضرت عمرؓ کے اولیات سے ہے جو شرطہ (پولیس) سے موسوم تھا۔ قضاۃ، مفتی، فقہا کی زیر صدارت رہتا تھا۔ ان کے احکام کا نفاذ یا ثبوت جرم سے پہلے مجرم کی حراست و تادیب اور مجرم سے اثبات جرم میں مفتی کی امداد اس کا فرض منصبی تھا۔ افسر پولیس (کوتوال) مجاز تھا کہ زنا اور مسکرات پر حد شرعی قائم کرے۔ عہد خلفائے عباس، اندلس کے اموی فاتحین۔ مصر کے خلفائے فاطمین نے جرائم کی سماعت، ان کا فیصلہ، حدود شرعی کا اجرا کوتوال کے فرائض قرار دیکر قضاۃ کے حدود اختیار سے نکال لیا۔ مگر یہ عظیم المنزلت خدمت ذی وجاہت سرداروں اور ذی مرتبہ عمائدین کے لیے مخصوص تھی۔ والیانِ اندلس نے اس کی دو قسمیں کیں (۱) شرطہ صغریٰ جو عام رعایا اور معمولی لوگوں کے اعمال کی نگرانی اور اس طبقے کے مجرمین کی تادیب کیا کرتا تھا (۲) شرطہ کبریٰ اس کا مرتبہ وزارت کے بعد سمجھا جاتا تھا۔ سرداران قوم مقربین سلاطین، شاہی خاندان کے افراد، عمائدین عظام اور روسائے شہر کے معاملات اور ان کے اعمال کی نگرانی اس کے

(باقی بصفحہ آئندہ)

دفوجداری افواج بلدہ مع اضافہ بجصہ سوار و محاصل پرگنہ دھاویرہ سے

(بقیہ صفحہ ۴۳) کہ

ذمہ ہوتی تھی۔ سلاطین مغلیہ کے عہد میں بھی یہ نہایت مہتم بالشان عہدہ سمجھا جاتا تھا۔ خصوصاً ان شہروں کی کوتوالی جہاں شاہی محلات، روسائے عظام کی بود و باش اور مستقل صرافہ ہو یا جو شہر غنیم کی تاخت و تاراج کے جولانگاہ رہتے ہوں خاص رتبہ اور عزت رکھتی تھی۔ اسی لیے خان دوران نواب ذوالقدر درگاہ قلی خاں سالار جنگ کو بلدہ خجستہ بنیاد جیسے معرکۃ الارا شہر کی کوتوالی سے سرفراز کیا گیا جو سالہائے دراز سے مختلف شاہی خاندانوں کا پایۂ تخت ہوتا چلا آرہا تھا اور جس کی ثروت بھی ہمیشہ ہمسایہ فرمانرواؤں کو کھٹکتی رہی اور جس کی نتیجہ یابی کے لیے بار بار حملے ہوتے رہتے تھے۔ اس مقام پر اس عہد کے فرائض کوتوالی کا اظہار خالی از دلچسپی نہ ہوگا۔

آج تک دکن میں قدیم باوضع لوگوں کی زبانوں پر مثل مشہور ہے اول بادشاہ بعد وزیر پھر کوتوال باقی ہیچ حقیقت بھی یہی ہے کہ کوتوال کے اختیارات نہایت وسیع اور اس کے فرائض بھی نہایت دشوار ہوتے تھے۔ تمام شہر اور باشندگان شہر کی جان و مال کی حفاظت اس کا فرض اولیں تھا۔ کوتوال کو حسب ذیل قواعد کی پابندی اور ان کا انتظام لازمی ہوتا تھا۔ (۱) دورہ کرنے والے سپاہیوں کی مختلف مقامات پر چوکیاں قائم کرنا (۲) شب میں تمام شہر اور گلی کوچوں کی گشت سے امن و امان برقرار رکھنا (۳) چوروں، اٹھائی گیروں، گرہ کٹ، بدمعاشوں اور ڈاکوؤں کی شب و روز نگہبانی اور ان کی دست برد سے رعایا کو محفوظ رکھنا (۴) منہیات شرعیہ علی الخصوص مسکرات پر نہایت ہوشیاری سے نگرانی رکھنا (۵) فاحشان بازاری کی نگرانی اور شرفاء کی عورتوں کو اغوا کرکے بھگا لے جانے والوں علی الخصوص کٹنیوں سے محفوظ رکھنا (۶) بدمعاشوں، مفسدوں اور لچوں سے غریب شرفاء کی عزت و آبرو کی صیانت (۷) لوہاروں کو بندوق سازی سے منع کرنا اور ان پر نگرانی رکھنا (۸) تھانہ جات موقع بموقع قائم کرنا جس سے شاہراہوں کی اس طرح حفاظت ہوسکے کہ مسافرین اور راہرو باطمینان آمد و رفت رکھ سکیں (۹) کہیں کسی کے یہاں چوری یا رہزنی نہ ہونے پائے (۱۰) اگر کسی کا مال چوری جائے تو مال برآمد کرکے مالک کو حال

(باقی برصفحہ آئندہ)

سرفرازپائی۔ ملاحظہ ہو نقل سند کوتوالی م ۱ و نقل سند پرگنہ دھاویرہ[۳] م ۲ ۔

(بقیہ صفحہ ۴۳) ۱؎

اور اس بدمآل چور کو سزا دینا (۱۱) مال برآمد نہ ہونے کی صورت یا کسی اور فریضہ کی کوتاہی میں کوتوال جوابدہ سمجھا جاتا تھا۔ مظفر

۲؎ مخفی نہ رہے کہ اس عہد میں بہ اصطلاح موجودہ پولیس اور اس کی تنخواہیں خزانۂ شاہی سے نہیں دی جاتی تھیں۔ بلکہ ایسی خدمت کے ساتھ کوئی جاگیر تفویض ہوتی جس سے اخراجات کی کفالت و سربراہی ہو۔ یہ جاگیر بشرط خدمت ہوتی تھی۔ خانِ دوراں نواب ذوالقدر سے پیشتر ابتدائے عہد حضرت مغفرت مآب میں کوتوالی و فوجداری اطراف بلدہ پر سید نجم الدین خاں مامور تھے۔ ان کو علیحدہ کرتے ہوئے حضرت مغفرت مآب نے میر عبداللہ کا تقرر کیا۔ ان کی علیحدگی کے بعد میر مہدی اس خدمت سے سرفراز ہوئے۔ میر مہدی کی علیحدگی کے بعد حضرت مغفرت مآب نے خانِ دوراں نواب ذوالقدر کا تقرر فرمایا تھا۔ لیکن بعض امور کے عدم تکملہ کی وجہ سے احکام حاصل نہیں ہوئے تھے۔ اس کے بعد ۲۰ ربیع الثانی کو بجائے خانِ دوراں نواب ذوالقدر کے امان اللہ بیگ المخاطب بہ حفاظت بیگ خاں کو سرفرازی ہوئی۔ اس کے بعد ۱۱ جمادی الاول ۱۱۶۱ھ کو احکام مشروط مع اضافہ سو سوار نواب نظام الدولہ ناصر جنگ شہید نے خانِ دوراں نواب ذوالقدر کو خدمت کوتوالی و فوجداری اطراف بلدہ سے سرفراز کیا۔ اس کی نسبت جو سند دفتر شاہی سے حاصل ہوئی ہے اس کی نقل م ۳ منسلک ہے۔ یہ حکمنامہ شاہنواز خاں مدار المہام وقت کی بہت مراتب کارروائی دفتری طے ہونے کے بعد ۲۹ رجب ۱۱۶۳ھ کو حاصل ہوا۔ اس خدمت کے ساتھ کوتوالی کی حفاظت کے لیے جو فوج مقرر تھی مزید ایک سو سوار کے ساتھ مع جاگیر بلدہ (جس کا محاصل اس وقت سات ہزار دس روپیہ ساڑھے تین آنہ تھا) خانِ دوراں کو عنایت ہوئی۔ مظفر

۳؎ سوانح دکن میں منعم خاں نے اس پرگنہ کے تحت ۵۴ موضع اور اس کی آمدنی چھپن ہزار دو سو تیس روپیہ پانچ آنہ بیان کی ہے۔ حالانکہ سند میں سات ہزار دس روپیہ ساڑھے تین آنے مسطور ہے۔ مظفر

عہد نواب امیر الممالک صلابت جنگ

نواب امیر الممالک صلابت جنگ کو بعد شہادت ناصر جنگ

سلہ میر احمد خاں نام نظام الدولہ ناصر جنگ خطاب بعد رحلت حضرت آصف جاہ طاب ثراہ ، ۲ جمادی الثانی ۱۱۶۱ھ قریب موہن نالہ ساحل تاپتی واقع برہانپور مسند نشین ہوئے۔ بوقت نیابت چونکہ آپ سے راؤ مغلوب ہو گیا تھا لہذا آپ کے جین حیات اس نے سرکشی نہیں کی۔ اسی سال شاہ ابدالی نے دہلی پر چڑھائی کی۔ احمد شاہ بادشاہ کی طرف سے فرمان طلبی بغرض امداد آپ روانہ ہوئے ہنوز دریائے نربدا تک پہنچے تھے کہ پھر بادشاہ نے حکم سابق منسوخ فرمایا آپ مراجعت فرمائے دارالسلطنت ہوئے آپ کے غیاب میں مظفر جنگ نے بامداد دوپلے وچندا صاحب علم بغاوت بلند کیا فرانسیسیوں کی مخالفت میں انگریز کمپنی نے اپنے مفاد کی غرض سے نواب ناصر جنگ شہید کی رفاقت پر آمادگی ظاہر کی۔ غرض مقابلہ میں مظفر جنگ کو شکست ہوئی اور قید کیے گئے۔ نواب ناصر جنگ شہید پانڈیچری کی تسخیر کے خیال سے روانہ ہوئے آخر وہاں کے زمانہ قیام میں فرانسیسیوں کی سازش سے ہمت خاں نمکحرام نے شبخون مار کر بمقام جنجی آپ کو شہید کر ڈالا۔ نعش خلد آباد لائی گئی اور روضہ حضرت شاہ برہان الدین میں قریب مرقد حضرت آصفجاہ طاب ثراہ دفن کیے گئے۔ علامہ آزاد بلگرامی نے تاریخ رحلت "آفتاب رفت" فرمائی۔ نواب شہید کو فن سپہ گری اور معنوی میں کمال حاصل تھا۔ شاعری سے بھی خاص ذوق تھا۔ علامہ آزاد بلگرامی سے مشورہ سخن فرماتے تھے آپکے دو دیوان طبع ہو گئے ہیں نمونہ کلام ملاحظہ ہو

دہانش تنگ شکر آفرینند   دولب قند مکرر آفرینند

ترا خورشید انور آفرینند   مرا از ذرہ کمتر آفرینند

کرم کن یا علی ما در خماریم   ترا ساقی کوثر آفرینند

دل صافی کہ ما داریم ناصر
کہ شبنم پاک گوہر آفرینند

(باقی برصفحہ آئندہ)

و قتلِ مظفر جنگؒ نواب نظام علی خاں آصف جاہ ثانی اور بعض اعیانِ مملکت نے بسبب بزرگی تختنشین کیا۔ آپ کے جلوس (۱۸ ربیع الاول ۱۱۶۴ھ) سے گو نزاعات خانگی کا خاتمہ ہوگیا مگر فرانسیسی گروہ کے روز افزوں اقتدار نے

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ

کہ ہر چند کسے از آشنائی (کذا اِیضاً) — کہ گُل گردد بہار بیوفائی

ورق گردانی دارند ہوش دار — بوقت کار یارانِ ریائی

مرا کشتی وفاست راست گردی — چہ در روز قیامت رونمائی

زخونِ دیدہ میخواہد دلِ من — کفِ پائے ترا سازد حنائی

گدائی گر ہوس باشد کسے را — تواں کرد از درِ دلہا گدائی

گدائی از درِ شاہ نجف کن

اگر خواہی تو ناصر بادشاہی

یہ شعر بھی آپ کا نہایت مشہور ہے:

نگاہِ انتخابے میکنی بر من سرت گردم — تو اے جاں از کجا آموختی این قدر دانی را (مظفر)

لہ ہدایت محی الدین خاں نام مظفر جنگ خطاب حضرت آصفجاہ طاب ثراہ کے چہیتے نواسے اور سعد اللہ خاں وزیر اعظم شاہجہاں کے پوتے۔ جب نواب ناصر جنگ شہید حسب الطلب وارد دہلی ہوئے تو موصوف نے باغوائے چندا صاحب بامداد ڈوپلے ارکاٹ میں انورالدین خاں کو شکست دیکر قتل کیا اور خود مدعیٔ سلطنت ہوئے۔ نواب ناصر جنگ شہید نے واپسی کے بعد مظفر جنگ کو شکست دی اور مقید رکھا۔ مگر بعد واقعہ شہادت نواب ناصر جنگ فرانسیسیوں اور چندا صاحب نے مظفر جنگ کو قید سے رہا کر کے تختنشین کیا۔ ہنوز دو ماہ سے زیادہ حکومت نہ کی تھی کہ نمکحرام ہمت خاں پٹھان کے ہاتھ ۱۷ ربیع الاول ۱۱۶۴ھ کو موصوف بھی قتل ہوئے۔ اور ہمت خاں نمکحرام حضرت نواب آصفجاہ ثانی کے دستِ حق پرست سے واصلِ جہنم ہوا۔ مظفر۔ لہ تاریخ ظفرہ صفحہ ۱۱۲ مظفر

انگریزی کمپنی کی رقابت کو اور برافروختہ کر دیا۔ ادھر مرہٹوں نے بھی سر اٹھایا مزید برآں فرماں روا کی غیر مستقل مزاجی نے سلطنت کو نہایت ضعیف بنا دیا۔ غرض خاندوراں نواب ذوالقدر عہدہ کوتوالی پر کارفرما تھے کہ امیر الممالک نواب صلابت جنگ کا دور شروع ہوا

داروغگی فیلخانہ | ابتداً خان دوراں نواب ذوالقدر داروغگی فیلخانہ پر سرفراز کیے گئے مگر ۱۱۷۶ھ میں باضافہ منصب شش ہزاری و علم و نقارہ مع خطاب مؤتمن الدولہ سے مفتخر او

صوبہ داری اورنگ آباد و اضافہ منصب و عطائے خطاب | کچھ عرصہ نہ گذرا تھا کہ صوبہ داری خجستہ بنیاد اورنگ آباد پر سرفراز ہوئے

رگھناتھ راؤ سے مقابلہ | یہ وہ زمانہ ہے کہ راؤ بالاجی راؤ کے انتقال کے بعد اسکا بیٹا مادھو راؤ پونے میں جانشین ہوا مگر زمام سلطنت درحقیقت رگھناتھ راؤ کے قبضۂ اختیار میں رہی چنانچہ اس نے تھوڑے عرصہ میں فوج کثیر فراہم کرکے دکن کا رخ کیا اور تاخت کرتا ہوا (۱۱۷۵ھ) اورنگ آباد پہنچا۔ خاندوراں نواب ذوالقدر سے معرکہ آرا ہوا موصوف نے نہایت پامردی سے مقابلہ کیا یہاں تک کہ غنیم کو شکست فاش نصیب ہوئی۔ اسی سال امیر الممالک نواب صلابت جنگ عزلت نشین کیے گئے۔ اور حضرت نواب نظام علیخاں آصف جاہ ثانی رونق افزائے سریر سلطنت ہوئے۔

لہ یادگار رگھن لال صـ ۔ لہ خزانۂ عامرہ صـ ۲۲۳ ۔ سہ آثار دکن صـ ۲۹ مؤلفہ منالال ۔ مظفر

سہ میر محمد خان نام امیر الممالک صلابت جنگ آصف الدولہ و اخطاب حضرت آصفی و طاب ثراہ کے فرزند سوم ہیں آپکے عہد میں فرانسیسیوں کا بہت عمل رہا۔ مرہٹوں نے شورشیں کیں۔ آپکی تلون مزاجی نے کاروبار سلطنت میں بہت ضعف پیدا کر دیا۔ آپ ہی کے عہد میں دار السلطنت حیدر آباد قرار پایا اور حسب ذیل وزرا رکھے یکے بعد دیگرے عزل و نصب ہو۔ رگھناتھ داس۔ رکن الملک صمصام الدولہ بسالت جنگ نواب نظام علی خاں آصفجاہ ثانی آخر کار جب سلطنت کی حالت روز بروز ابتر ہونے لگی تب نواب نظام علیخاں آصف جاہ ثانی نے ۱۳ ذی الحجہ ۱۱۷۴ھ میں موصوف الصدر کو قلعہ بیدر میں عزلت نشین کرکے زمام سلطنت اپنے ہاتھ میں لی۔ نواب امیر الممالک نے گیارہ سال سلطنت اور ایکسال تین ماہ چھ یوم عزلت میں رہکر ۳ دلقعدہ ۱۱۷۶ ربیع الاول ۱۱۷۷ھ کو انتقال فرمایا۔ میر امتیاز خان کا مصرع نجات تاریخ رحلت نکلی "امیر الممالک بجنت شدہ" ۔ رشید الدین خانی صـ ۱۷۷ ۔ گلزار آصفیہ صـ ۔ تاریخ ظفرہ صـ ۱۳ ۔ تزک آصفیہ صـ ۔ مظفر

عہد حضرت غفرانمآب نواب نظام علیخان آصفجاہ ثانی

غفرانمآب حضرت نواب نظام علی خاں آصف جاہ ثانی ۱۱۷۵ھ میں بمقام بیدر مسند نشین ہوئے۔ آپ کی شخصیت اس وقت دکن میں بلحاظ قابلیت و تدبر و بہادری حضرت آصف جاہ اول طاب ثراہ کا حقیقی معنوں میں نقش ثانی سمجھی جاتی تھی اور واقعہ بھی یہی ہے۔

چنانچہ جس وقت سے زمام سلطنت مستقلاً حضرت غفرانمآب طاب ثراہ کے ہاتھوں میں آئی۔ باوجود اس کے کہ اُس وقت دکن کے اندرونی و بیرونی حالات و واقعات نہایت ناگفتہ بہ ہو رہے تھے[1]۔ خود ہندوستان کی سیاسی فضا نہایت مکدر تھی۔ انگریز کمپنی کا اثر و اقتدار روز افزوں بڑھ رہا تھا۔ جا بجا بغاوتوں کا طوفان شورش پسندوں کی سرکشی رو بہ ترقی تھی۔ قلمرو آصفی کے اصلی رقبہ کا بھی بہت کچھ حصہ نکل چکا تھا۔ محاصل کی کمی فوجی ضرورت اور اس کی کثرت سے خزانہ بھی

---

[1] چنانچہ صاحب تزک آصفیہ رقمطراز ہے۔ "بسبب شہادت ناصر جنگ و تصرف کلاہ پوشان فرانسیسی فرنگ و سستی عمل صلابت جنگ نوعے رو بہ ابتری آوردہ بود کہ ہر گردن کش از گوشۂ کمین بر سر فساد بر آوردہ۔ بازوے تمردی ناولا غیری میزد و ہر شورہ پشت بہ نکوامی میخواست کہ فتنۂ تازہ برپا کردہ علم بغاوت افرازد۔ صفحہ ۲۱۳ مخلص

زیر بار ہوگیا تھا۔ ادھر مرہٹوں کی بڑھتی ہوئی قوت اور ان کی سلطنت آصفیہ سے قلبی عداوت، میسور کی خود سری، فرانسیسیوں کی اہلِ دربار سے خفیہ سازشیں یہ تمام وہ اسباب تھے کہ جس سے سلطنت گویا قالب بے جان ہورہی تھی۔ ایسے نازک وقت میں پائے ثبات کو جنبش نہ ہونا اور زمام استقلال کا ہاتھ سے نہ چھوٹنا ہر کس و ناکس کے حدود اختیار سے باہر تھا۔ یہی نہیں بلکہ مرہٹوں سے برسر مقابلہ ہونا، فرانسیسیوں کے سازشی جال توڑنا انگریزی کمپنی کی مدد کرنا، ٹیپو سلطان کو خودسری کی سزا دینا اور باوجود ان تمام الجھنوں اور قوی دشمنوں کی فریب سازیوں سے بچکر اپنی مستقل سلطنت کو قائم رکھنا صرف حضرت غفرانمآب ہی کے مخصوصات سے تھا۔ جیساکہ آپ کے عہد کے تاریخی واقعات سے منکشف ہے۔

خطابِ علی اور منصبِ جلیل پر سرفرازی

عہد ماسبق سے زیادہ خان دوراں نواب ذوالقدر کی ترقی کا آخری عہد حضرت غفران مآب طاب ثراہ کا عہد مبارک تھا۔ چنانچہ جب ۴ ذیحجہ ۱۱۷۵ھ کو زمام سلطنت حضرت غفرانمآب طاب ثراہ[1] نے

---

[1] نواب میر نظام علی خاں نام۔ اسد جنگ نظام الدولہ نظام الملک آصفجاہ ثانی خطاب۔ حضرت آصف جاہ مغفرت مآب کے فرزند چہارم۔ روز عید فطر سنہ۱۱۴۶ھ میں پیدا ہوئے۔ حضرت مغفرت مآب نے چودھویں سال خطاب اسد جنگ سے سرفراز فرماکر نجیب الدولہ کی اتالیقی میں مرہٹوں کی سرکوبی کے لیے روانہ کیا۔ معرکہ مظفر جنگ میں نواب ناصر جنگ اور مظفر جنگ کے قاتل ہمت بہادر نکونام کو قتل کیا۔ عہد امیر الممالک نواب صلابت جنگ میں صوبہ داری برار اور مرتبۂ وزارت سے سرفراز ہوئے۔ فرانسیسیوں کے سازشی جال توڑے۔ حیدر جنگ کا خاتمہ کیا۔ مرہٹوں سے

(باقی صفحہ آئندہ)

اپنے ہاتھ میں لی تو اسی مہینہ میں خانِ دوراں نواب ذوالقدر کو منصب ہفت ہزاری، ماہی مراتب، خطاب موتمن الدولہ وسواری عماری ہاتھی دو جھالردار کی اجازت سے سربلند[1] اور صوبہ داری خجستہ بنیاد سے مفتخر کیا۔

اورنگ آباد میں سواری جلوس | بعد حصول فرمان صوبہ داری خجستہ بنیاد خان دوراں بسواری جلوس (کہ ہر چہار جانب تماشائیوں کا ہجوم پس و پیش سپاہ اور الغوزہ نوازوں[2] کی جماعت الغوزہ نوازی کرتی ہوئی نہایت تزک و احتشام سے) تشریف فرمائے

(بقیہ حاشیہ صفحۂ گذشتہ)
مقابلے رہے۔ خود تخت نشین ہونے کے بعد فرانسیسی اثرات کو زائل کیا۔ انگریزی کمپنی نے اپنے مفاد کی غرض سے آپ سے اتحاد قائم کیا اور میسور پر آپ ہی کی مدد سے فتح پائی جس کی وجہ سے ہندوستان میں استقلال قائم ہوا۔ مرہٹوں سے مقابلہ کے وقت انگریز کمپنی نے عین وقت پر بدعہدی کی، آپ کی مدد سے انکار کر دیا جس کی وجہ سے سلطنت آصفی کو بہت نقصان پہنچا۔ سنہ ۱۲۰۷ھ میں قحطِ عظیم ہوا۔ غرض آپ کا عہد مختلف نوعیتوں سے مجموعہ آلام و مصائب بنا رہا۔ مگر آپ ہی کی شخصیت، استقلال اور تدبر تھا کہ دیگر تمام زبردست اور سرکش ریاستیں فنا ہو گئیں اور سلطنت علیا صفیہ آج تک تمام ہندوستان کے لیے مایۂ ناز و صد افتخار بنی ہوئی ہے۔ آخر بعارضۂ لقوہ اور فالج ۱۷ ربیع الآخر سنہ ۱۲۱۸ھ بعمر ۶۰ سال ۴۳ سال حکمرانی فرما کر سرائے فانی سے عالم جاودانی کی طرف کوچ کیا۔ مکہ مسجد میں دفن ہوئے۔ بعد رحلت غفران مآب لقب پایا۔ مزار کی جالی پر حسب ذیل سنہ رحلت کندہ ہے۔

بروح پاک میر نظام علی مدام　　خوانند با دضو همه اخلاص فاتحه　　زین مصرعه عجب دو تاریخ رانوں　　مستوجب بهشت با خلاص فاتحه
۱۲۱۸ھ　　۱۲۱۸ھ

[1] خزانہ عامرہ۔ [2] الغوزہ نوازی ایک قسم کا خاص ترکی باجہ تھا جو آپ ہی کے خاندان کے لیے مخصوص اور بوقت سواری جلوس میں رہا کرتا تھا۔ — مظفر

خجستہ بنیاد اورنگ آباد ہوئے اس موقع پر غلام علی آزاد نے قطعہ ہذا لکھکر پیش کیا جس کے آخری مصرع سے سنہ تقرر ظاہر ہوتا ہے۔

قطعہ

ناظم عصر چو آمد بخجستہ بنیاد — شکر درگاہِ الٰہی ز حد افزوں باشد
دوحۂ گلشن دولت کہ بظل کرمش — خلق از آفتِ دوراں ہمہ مامون باشد
شاد در بزم نفائس دل احباب مدام — دشمن او بمصیبت کدہ محزوں باشد
باد در حصن نگہبانی ایزد محفوظ — مثل آں نقطہ کہ در دائرہ نون باشد
خواست آزاد ز خرد سال قدومش فرمود — قدم مؤتمن الدولہ ہمایوں باشد

حسنِ انتظام | خانِ دوراں نواب ذوالقدر رعایا پروری و عدل گستری اور حُسنِ انتظام کے باعث جب تک اس خدمتِ جلیلہ پر سرفراز رہے نہایت ہر دلعزیز اور صفاتِ مذکورہ میں شہرۂ آفاق رہے ہے۔ چنانچہ کچھ عرصہ نگزرا تھا کہ حسنِ خدمات کے صلہ میں خطاب خانِ دوراں سے بھی مفتخر کیے گئے۔

---

[1] علامہ آزاد بلگرامی نے بھی خزانۂ عامرہ میں خانِ دوراں نواب ذوالقدر کی رعایا پروری اور حسن سلوک کا ذکر فرمایا ہے کہ "بالفعل بہ صوبہ داری مذکور بحال و برقرار است و رعایا و برایا بسلوک پسندیدہ او راضی"۔ نیز عبدالوہاب دولت آبادی اپنے تذکرہ میں موصوف کی عدل گستری کے اس طرح مداح ہیں "دریں ایام بصوبہ داری خجستہ بنیاد مامور است، ایں صوبہ بیامن ایالتش و صلابت قہر منتظم"

منظر مقبرہ سالار جنگ واقع اورنگ آباد

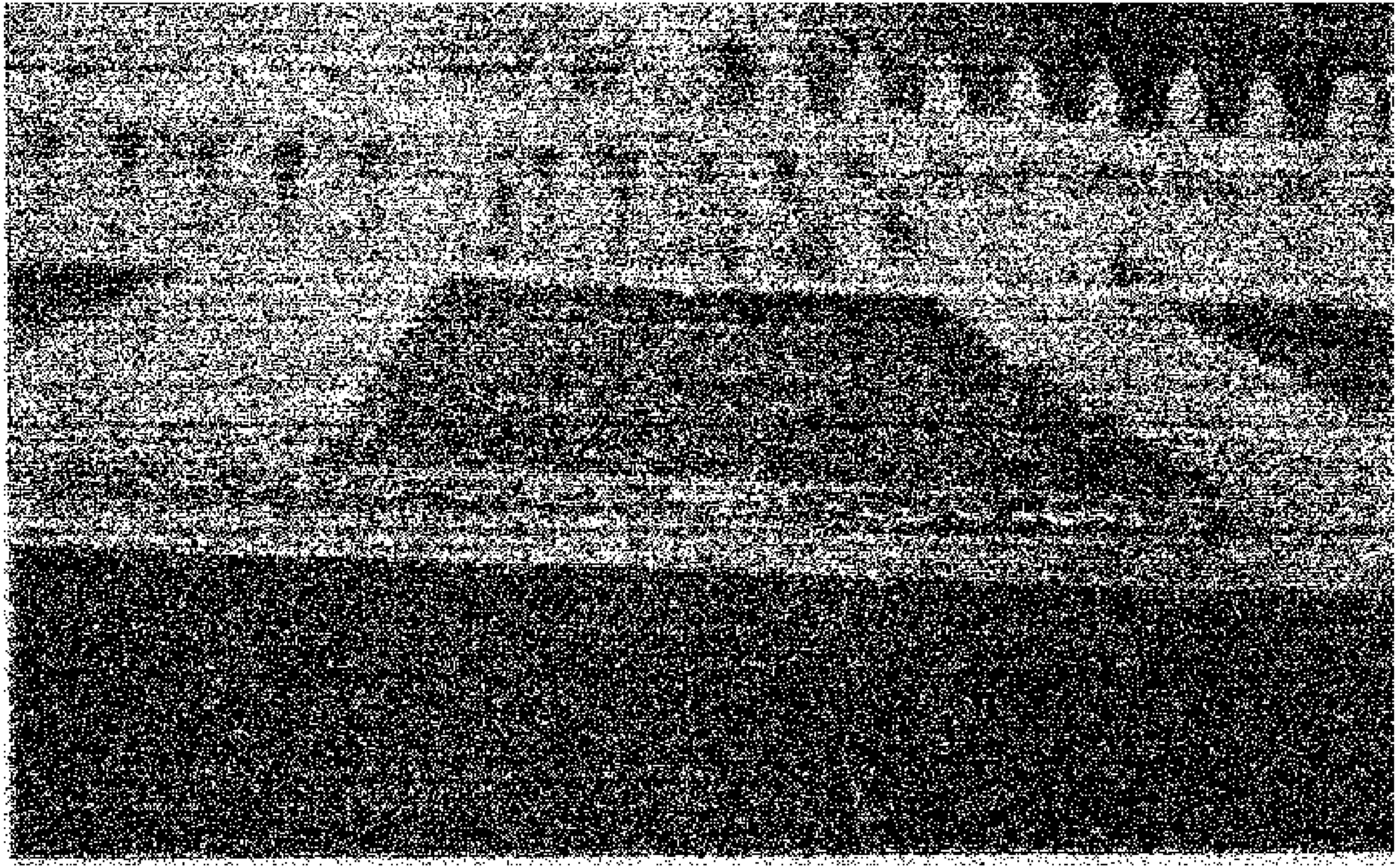

مزار خاندوران نواب ذوالقدر درگاہ قلی خاں سالار جنگ بہادر

غزل

ہر روز اختیار جہاں پیش دیگر است
دولت مگر گداست کہ ہر روز بر در یست

خانِ دوراں نواب ذوالقدر غرۂ رجب ۱۱۶۹ھ کو پانچ سال سات ماہ کارفرما رہنے کے بعد اس خدمت سے سبکدوش کیے گئے۔ ۵ ذیحجہ ۱۱۶۹ھ کو اپنی جاگیر نظام آباد میں رونق افروز ہوئے۔ اس عرصہ میں اس خدمت پر پھر فائز ہونے کے اسباب مہیا ہو رہے تھے کہ آپ علیل ہوئے اور کچھ دن نہ گزرے تھے کہ

وفات ۱۸ جمادی الاول ۱۱۷۰ھ کو بمرض سرسام اس دارِ فانی سے عالمِ جاوِدانی کو انتقال کیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

این عمر کہ بیتاب بہ بینی آنرا   نقشے است کہ بر آب بہ بینی آنرا
دُنیا خوابست و زندگانی در وے   خوابے است کہ در خواب بہ بینی آنرا

نعش اورنگ آباد لائی گئی اور مقبرہ سالار جنگی میں دفن کیے گئے۔ (ملاحظہ ہو عکس مقبرۂ سالار جنگی و عکس مرقد خاص نواب موصوف)۔ اہلِ اورنگ آباد کے لیے یہ دن روزِ قیامت سے کم نہ تھا۔ تمام شہر گویا ماتم کدہ بنا ہوا تھا ہر صغیر و کبیر رعایا و برایا خاک بسر نوحہ کناں جنازہ کے ساتھ ساتھ جا رہے تھے فریاد و فغاں کی صدائیں فلک نہم تک پہنچ رہی تھیں[1]۔ غلام علی آزاد بلگرامی نے

[1] اس کیفیت کا شفیق اورنگ آبادی نے گل رعنا میں تذکرہ کیا ہے وہ لکھتا ہے "روز دفن او شور قیامت برپا بود و رعایا و برایائے شہر خاک بسر نوحہ کناں در جلو تابوت میرفتند و فریاد و فغاں بر آسمان نہم میرسانیدند۔ مظفر

اس مصرع سے سنہ رحلت نکالا ہے "اہلِ عالم سینہ چاک از ماتم سالار جنگ"
ایک اور صوری و معنوی تاریخ رحلت مصرعہ ہذا سے نکالی گئی ہے۔

یک ہزار و یکصد و ہشتاد سال

سنگِ مزار پر تاریخ غلام علی[1] ارشد اور آرامگاہِ خانِ دوراں کندہ ہے۔

لطیفہ گوئی و بذلہ سنجی | متانت و سنجیدگی کے ساتھ خاندوراں نواب ذوالقدر کی طبیعت لطائف و ظرائف سے بھی چاشنی گیر تھی۔ شیریں بیانی و لطیفہ گوئی کی وجہ سے جس بزم میں موصوف شریک ہوتے وہاں بے تکلف احباب خانِ موصوف ہی کے گرد جمع ہو جاتے تھے۔ چنانچہ مولوی شاہ علی[2] صاحب اورنگ آبادی کے

---

[1] میر غلام علی نام آرشد تخلص سادات رضویہ سے تھے۔ بمقام اجین صوبۂ مالوہ میں پیدا ہوئے۔ "نیک بخت ازلی" تاریخ تولد ہے۔ میر محمد سعید والد ماجد اور میر محمد شاکر جد امجد منصبداران عالمگیر اور خدمات عالیہ مثل فوجداری بہار پرگنہ اجین پر سرفراز تھے۔ ارشد نے اپنا سجع مع نام اپنے والد و جد خوب موزوں کیا ہے "شاکر بخت سعیدم کہ غلام علی ام" میر محمد جعفر ارشد موصوف کے نانا عہد عالمگیری میں اولاً برار میں خدمت صدارت پر فائز ہوئے پھر مالوہ کی صدارت پر ممتاز ہوئے۔ آخر میں اجین کی صدارت سے سرفراز کیے گئے۔ میر ارشد بھی عرصہ تک بادشاہ کی جانب سے اجین میں عہدہ قضات پر مامور رہے۔ ۱۱۵۴ھ میں وارد اورنگ آباد ہوئے۔ اولاً نواب ذوالقدر کی رفاقت اختیار کی بعد انتقال نواب موصوف نواب شجیع الدولہ بہادر غیور جنگ نے اپنی رفاقت کی عزت بخشی تاریخ گوئی میں خاص ملکہ حاصل تھا۔ قصائد مدحیہ آئمہ اکثر فارسی و اردو دونوں زبانوں میں نظم فرمائے ہیں تنبیہ الساکین فی دلائل محی الدین۔ رسالہ آپ کی تصنیف ہے۔ گل رعنا قلمی و نسخۂ مظفر

[2] اورنگ آباد کے عہدہ شاہجہانی سے تھے۔ اولاً کچھ عرصہ سلسلہ ملازمت میں رہے پھر ترک ملازمت کے بعد زیارت حرمین شریفین سے

(باقی صفحہ آئندہ)

صاحبزادے کی محفل عقد نکاح منعقد تھی۔ معززین، امرا و مشائخین وغیرہ کا مجمع تھا۔ علامہ آزاد بلگرامی جناب شاہ محمودؒ سید غلام حسن، نواب اشجع الدولہ اور خاندوراں نواب ذوالقدر بہم بزم تھے۔ قاضی صاحب وکیل عروس کے منتظر کہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) مشرف ہوکر سجادہ مشیخت پر رونق افروز ہوئے اور ایک عالم کو اپنا گرویدہ بنالیا۔ مسجد و تکیہ و نہر تعمیر کرائی۔ ۱۰ ر رمضان شب یکشنبہ ۱۱۶۳ھ میں انتقال کیا حسب تجویز خاندوراں روبرو مسجد تکیہ میں جانب شرق دفن ہوئے۔ پچھمی نارائن شفیق نے حسب ذیل تاریخ رحلت کہی۔ ؎

سید اہل کشف شاہ علی گشت رونق فزائے بزم بہشت سال فوتش شفیق کرد رقم قطب عالم نمود عزم بہشت
(گل رعنا صفحہ ۱)

لہ شاہ بابا مسافر کے مرید خاص اور اورنگ آباد کے مشائخین کبار سے تھے۔ شاہ بابا مسافر کی رحلت کے بعد سجادہ نشین ہوئے۔ آپ نے اکثر عالیشان عمارتیں مثل نہر، حوض، پل، تکیہ اورنگ آباد میں تعمیر کرائیں ۲۰ رجمادی الثانی ۱۱۷۲ھ روز چہارشنبہ بوقت اشراق انتقال کیا۔ حسب وصیت گنبد شاہ بابا مسافر میں دفن ہوئے۔ علامہ آزاد بلگرامی نے تاریخ فرمائی "مسافر شد یگانہ شاہ محمود" حاکم بیگ خاں حاکم نے "خدایا بیامرز محمود را" سے تاریخ رحلت نکالی۔ گل رعنا صفحہ ۲ مظفر

لہ اورنگ آباد کے مشائخین عظام سے تھے۔ آپ کا سلسلہ نسب شیخ عبدالقادر جیلانیؒ تک پہنچتا ہے موصوف کے جد بزرگوار سید محمود اسحاق بغداد سے وارد ہند ہوئے اور ہند سے دمشق آئے۔ خیبر میں مقیم ہوئے شاہ صاحب موصوف کی بمقام خیبر ۱۱۱۰ھ میں ولادت ہوئی اور یہیں نشو و نما پاکر سن رشد کو پہنچے۔ بعد انتقال اپنے والد (سید شہاب الدین) بغرض سیاحت نکلے احمد آباد گجرات پہنچے۔ شاہ علی رضا بن خواجہ فرخ شاہ سے فیوضات حاصل کیں۔ وہاں سے وارد اورنگ آباد ہوئے اور یہیں قیام اختیار کیا۔ مسجد و خانقاہ تعمیر کرائی۔ پچھمی نارائن شفیق سے
(باقی برصفحہ آئندہ)

۱۰۷۳۸